

”پاسکل“ اس نے نور سے پکارا۔

فت پاتھ پر چلنے والے تمام لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے مگر وہ ان کی پڑا
کیے بغیر تیزی سے بھاگنے لگا۔ ہال وہ پاسکل ہی تھی اس کی خالہ اس کے ساتھ چھٹ
جنہوں نے بارش سے بچاؤ کے لیے پاسکل پر ایک سرخ چھاتا تان رکھا تھا۔ وہ اپنا
خالہ کا بانو تھا نے نظریں جھکائے آہستہ آہستہ لٹکڑاتی ہوئی چلی جا رہی تھی۔ اس سے
آج بھی سرخ کوٹ پہن رکھا تھا۔

”پاسکل“ سنان نے تقریباً چیختے ہوئے پکارا۔

پاسکل کے لاکھڑا تے ہوئے قدم فٹ پاتھ پر جامد ہو گئے لیکن اس نے مزکر دیکھا
میں بلکہ وہیں ساکن کھڑی ہو گئی۔ جیسے پتھر کا بات ہو۔

سنان اس کے قریب پہنچا تو اس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔ پاسکل اسے دیکھتے ہی
منہ پھیر لیا۔ لیکن اس کی اس حرکت سے نفرت کی بجائے بے بی اور لاچارگی کا انکھار
ہوتا تھا۔

”مجھے افسوس ہے کہ میں اس روز وقت پر نہ بخیخ سکا اور۔۔۔“

”خالہ ان سے ملو یہ سنان ہے!“ اس نے اس کی مددوت کو مکمل طور پر
نظر انداز کرتے ہوئے اپنی خالہ سے تعارف کروایا۔

خالہ نے اسے سر سے پاؤں تک گھور کر دیکھا۔

”ہا“ انہوں نے پھنکارتے ہوئے کہا۔۔۔ یہی ہے ناجو لذن سے تمہارے ساتھ آتا
تھا اور پھر غائب۔۔۔“

”ہا ہاں خالہ“ پاسکل نے بڑی بے صبری سے خالہ کی بات کاشتہ ہوئے سرہلا
اور پھر خاموشی سے شانز پر روائی ٹریک پر نظریں جما دیں۔

سنان اور کچھ نہ کہہ سکا صرف اس کے بھولے بھالے خوبصورت چرے کی طرف
دیکھتا رہا جو ایک پڑمردہ گر خوبصورت پھول کی مانند تھا۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد خالہ صاحبہ پھر گویا ہوئیں۔۔۔ تم وہ نوں اگر یہاں

کرے ہو کر بھینا چاہئے ہو تو بڑے شوق سے — مجھے تو بال بنانے کے لئے یہ زیر کے ہاں جانا ہے ” اور پھر پاسکل سے مخاطب ہو کر کہنے لگیں ”پاسکل شیری — میاں بجے سے پہلے گرفتوں آتا۔ میں تمہارے بستر میں گرم پانی کی بوتل رکھ دوں گی ” یہ کہ کر ایک مرتبہ پھر خالہ نے کڑی نظروں سے سنان کا معافانہ کیا چیز کہہ رہی ہوں کہ خدا رجواب میری پیاری بھائی کا دل دکھانے کی کوشش کی — اور سرخ چھاتا سنان کے ہاتھ میں تھما کر خود بھیتی ہوئی فتح کی محراب کی جانب مارچ کرتی چل دیں۔ بارش اب پھر تیز ہو گئی تھی۔ سنان نے جلدی سے اپنی سفید بر ساتی اتار کر پاسکل کو اوڑھا دی جواب تک پھر ایک ہوئی نظروں سے شانز پر روائی ٹریک کو دیکھ رہی تھی۔

سنان نے آہت سے اپنا ہاتھ اس کے کندھ پر رکھ دیا۔

”پاسکل خاموش کھڑی رہی۔ پھر اس نے نظریں اٹھا کر سنان کی جانب دیکھا بارش کی بوندیں اس کے بالوں میں سے رس رس کر اس کی پلکوں تک آتیں اور پھر ان میں سے نپک کر اس کے گول چہرے پر پھیل جاتیں۔ لیکن اس کی نیلی آنکھوں میں نمی بارش کی وجہ سے نہ تھی۔

سنان اسے سارا دے کر قبوہ خانے میں لے آیا اور ایک مرتبہ پھر اس شب دیر سے آنے کی بھرپور معدودت کی۔ پاسکل نے بر ساتی اتار کر کھی کے بازو پر رکھ دی اور پھر میز پر کہیاں نیک کرفٹ ہاتھ کی طرف دیکھنے لگی۔

”میں نے کہا تھا نا لوگ میرے چہرے سے وقتی طور پر مروع ہو کر مجھ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کر بیٹھتے ہیں اور بعد میں انہیں اپنی حمact کا احساس ہوتا ہے تو وہ اپنا ارادہ بدل دیتے ہیں ” اس کی نظریں گیلے فٹ ہاتھ پر مرکوز تھیں اور وہ رک رک کر باتیں کر رہی تھی ” تم پہلے شخص نہیں ہو جس نے یہ روایہ اختیار کیا ہے۔ دریائے میکن کے کنارے اکیلے چلنے کی مجھے عادت ہو گئی ہے اس شب بھی میں وہاں اکیلی ہی گھومتی رہی۔

”میں نے اپنا ارادہ تبدیل نہیں کیا تھا ” سنان نے پاسکل کے خنک ہاتھ پر اپنے

ہاتھ رکھ دیئے۔

”تو پھر تم کل شام میں کے کنارے پر کیوں نہیں چلے آئے۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں ہر شب وہاں جاتی ہوں۔“ اب اس کی نظریں فتح پا تھے سے ہٹ کر میز پر پڑا چمکدار مینو کارڈ پر جمی تھیں۔ سنان کو خدا شہ تھا کہ ابھی ابھی کارڈ پر اس کے مر آنسو شپ ٹپ گرنے لگیں گے۔

”کل شام۔۔۔“ سنان سوچ میں پڑ گیا۔۔۔ ”بہر حال آج میں نے ارادہ کر کر تھا کہ میں تمہیں تلاش کرنے کے لیے دریائے میں کے کنارے پر ضرور جاؤں گا۔۔۔“ مجھے تم سے کوئی ٹکایت نہیں۔۔۔ تم نے کوئی انسوہنی بات تو نہیں کی۔۔۔ انسوہنی بات تو تب ہوتی اگر میرا باقی جسم بھی میرے چہرے کی طرح دل کش اور متناسب ہوتا اور پھر تم مجھ سے ملنے نہ آتے۔۔۔“

”پاسکل“ سنان نے بیجد نرمی سے کہا ”تمہارے اندر خود اذیتی کی عادت نے گمراہیا ہے تھیں ہر وقت اپنی جسمانی خانی کا احساس رہتا ہے۔۔۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اس میں ان پیشوار لوگوں کا بھی قصور ہے جو انجانے میں تمہاری دل آزاری کا مرکب ہوتے ہیں اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ اس سے قبل بھی تمہاری زندگی میں ایسے لئے ضرور آئے ہوں گے جب تم نے پچے جذبات کو اسی خود اذیتی کے احساس کے نئے ظاہر ہمدردی سمجھ کر ان سے منہ موڑ لیا ہو۔۔۔“

”پاسکل بدستور مینو کارڈ پر نظریں جملائے بیٹھی رہی۔۔۔“

”اور تم اب بھی ایک ایسے ہی لمحے سے گزر رہی ہو۔۔۔“

اس نے ایک لمحے کے لیے سنان کی جانب دیکھا اور پھر نظریں مینو کارڈ پر جاریں ”میرا یہ بھی خیال ہے کہ میرا چہرہ اس مینو کارڈ سے تو خوش شکل ہے جسے تم پہنچ دس منٹ سے محبت بھری نظروں سے دیکھے جا رہی ہو۔۔۔“

پاسکل کے ہونٹ لرزنے لگے اور پھر ان پر ایک خفیہ سی مسکراہٹ پہل گئی۔۔۔ اس نے نظریں مینو کارڈ سے اٹھائیں تو بھیکی بھیکی آنکھوں کی نیلاہٹ اور گھری ہو گئی۔۔۔

تم اس روز مجھے ملنے نہ آئے تو مجھے بیدار یا ہوئی۔ میں نے شیش سے گر ہنچ کر جب خالہ سے تمہارا ذکر کیا تو وہ کہنے لگیں۔ ”اسے ملنے نہ جاؤ پاسکل ہمدردی اور رم کے جذبات کو کسی اور پہلو سے دیکھنے کی کوشش تمہیں پہلے سے بھی زیادہ مل ہداشت کر دے گی۔“ میرے اصرار پر وہ مجھے خود آنفل نادر تک چھوڑنے آئیں۔ میں دہلی ایک کونے میں کھڑی تمہارا انتظار کرتی رہی۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں کسی سارے کے بغیر زیادہ دیر تک کھڑی نہیں رہ سکتی۔ ماہوس ہو کر میں نادر کے سامنے والے پل کے ساتھ اترنی ہوئی بیڑھیوں پر سے دریائے سین کے کنارے چلی گئی اور دہلی ایک نیچ پر اس امید پر بیٹھی رہی کہ شاید تم مجھے تلاش کرتے کرتے وہاں تک آجائو۔ اس روز مجھے اپنے اپاچ پن کا شدت سے احساس ہوا۔“

”ہن سطھی اور عامینہ احساسات کو بھول جاؤ پاسکل۔“ تمہیں اب تو معلوم ہو گیا ہے کہ اس روز میں صرف تمہیں ملنے کی خاطر آنفل نادر تک آیا تھا۔ رہائش کی تلاش میں مجھے تاخیر ہو گئی تھی یہ علیحدہ بات ہے مگر میں صرف پاسکل کو۔ ایک ایسی لڑکی کو ملنے آیا تھا جو مجھے بیدار چھپی گئی تھی اور۔“

”چھپی گئی تھی۔؟“

”ہاں اب بھی اچھی لگے اگر وہ آنسو بھانے کی بجائے مسکرا دے اور اپنے آپ کو اونٹ پندی کے جال سے چھڑا کر اس خوبصورت شہر میں قیام کے دوران میں میرا ساتھ دے۔“

” وعدہ؟“ پاسکل نے بچوں کی طرح سرہلا کر پوچھا اور اس کے لیوں پر مسکراہٹ بھیل گئی۔ اس کی آنکھوں کی نیلاہٹ دھلنے سے اور بھی نکفر آئی تھی۔

” بالکل وعدہ“ سنان نے بھی اسی طرح سرہلا یا اور کری سے اٹھ کھڑا ہوا۔ پاسکل اپنے سرخ کوٹ کے کار سے سکھیں رہی تھی۔

”کیا یہیں بیٹھنے کا ارادہ ہے؟“ سنان نے شوری کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے بھک کر کمل۔ ”محترمہ پہلے آپ۔“

بیرس کی اس بھیگی ہوئی شب کو پاسکل زندگی میں پہلی مرتبہ سین کے خوبصورت کناروں پر اکسلی نہ تھی۔ سنان نے اسے سارا دے رکھا تھا اور وہ اپنی پوری ہٹ سے کام لیتے ہوئے لٹکڑائے بغیر چلنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کا سر سنان کے کدمے کے ساتھ لگا تھا اور وہ بجد خوش نظر آ رہی تھی۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد، دم لینے کے لیے رکتی۔ سرا اٹھا کر سنان کی جانب دیکھتے ہوئے مسکرا دیتی اور پھر چلا شروع کر دیتی۔ سنان نے اس کے سرخ کوت کا کالر اٹھا کر اپنا ہاتھ اس کی گردان پر رکھ دیا۔ پاسکل نے ایک جھر جھری سی لی۔

”تمہارا ہاتھ بجد سرد ہے۔“

سنان نے پاسکل کے جسم کی ہلکی تمثیر اہٹ محسوس کی اور فوراً ہاتھ باہر نکال

لیا۔

”نہیں نہیں“ پاسکل نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پھر اپنی گردان کے پیچھے رکھ لیا۔

”رہنے والے مجھے اچھا لگتا ہے۔“ اور پھر مسکرانے لگی۔

”کیوں کیا بات ہے۔؟“

”بس یونہی۔“

”یونہی کیا؟“

”مسکرانے پر بھی پابندی ہے کیا۔“

”اب ہر کام اکیلے کرنے پر پابندی ہے۔ سین کے کناروں پر گھونٹنے سے لے کر مسکرانے تک۔“

”مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میری خالہ نے غلط کما تھا۔ اس وقت جن
بندیات کی آنچ مجھ تک پہنچ رہی ہے ان میں صرف ہر ردوی اور رحم ہی نہیں۔“
”مہوں“ نان لے ہوئے سے کہا اور مگرایا۔

ان کے دامیں اور بائیں شر کے دونوں حصوں کو دریائے سین کے اوپر تعمیر کردہ
تعدد مرصد و مرقع پل ایک دوسرے سے ملا رہے تھے۔ یہ خوبصورت پل فرانسیسی طرز
قیری کے خوبصورت شاہکار ہیں۔ ان کے آہنی محراب ان پر نقش بیل بوئے اور
درجنوں مجتبیے بے حد دیدہ نیب ہیں۔ پلوں پر روشنی کے لئے قدمیم طرز کے کمبے نصب
ہیں جن سے پھوٹی ہوئی ہلکی روشنیاں اب سین کے گدے پانی پر منعکس ہو رہی
ہیں۔ فرانسیسی موسمیقاروں نے جہاں اپنے نغموں میں پیرس کے ماہ اپریل کے نکھار
اور پھر موسم خزان کی اداں شاموں کی تعریفوں کے پل باندھے ہیں وہاں انسوں نے
دریائے سین کے ان پلوں کی مدح میں بھی ”پیرس کے پلوں تلے“ جیسی شرو آفاق
وہ میں تحقیق کی ہیں۔ ایسی لازوال دھنیں جنہیں سن کر خوبصورتی کا ایک ہدہ گیر
احساس روح میں جذب ہو جاتا ہے۔

وہ دونوں جب کبھی کسی پل کے نیچے سے گزرتے تو اوپر سڑک پر چلنے والے لوگ
پاسکل کو لکھراتے دیکھ کر لمحہ بھر کے لیے ٹھہر جاتے اور جب انہیں احساس ہوتا کہ
وہ کسی خادوش کا شکار نہیں ہوئی۔ ہلکہ ویسے ہی اپاچ ہے تو ان کے چہرے ان تمام
بندیات کا آئینہ بن جاتے جن کے خدشے کا اظہار پاسکل کر چکی تھی۔ بوڑھیاں
گمراہ پھر کرتیں اور جوان لڑکیاں۔

لیکن پاسکل ان رحم بھری نظروں سے بے نیاز نان کے کندھے پر سر رکے آج
صرف سین کے گدے پانی کی طرف دیکھ رہی تھی جیسے کہہ رہی ہو کہ اے انلی سین
مجھے ہی بھر کر دیکھ لو۔ میں آج تمہارے کناروں پر ایکلی نہیں ہوں۔

نان کا نیک ہاتھ اب پاسکل کی گردن کی تمازت سے اس کے جسم کا ایک حصہ
مکن چکا تھا۔ وہ آج اس خوبصورت لڑکی کو سارا دیتے ہوئے عجیب سی لذت محسوس کر

۱۱

رہا تھا۔ جیسے ہمدردی اور پیار کے اس حسین امتراج کے بغیر اب تک اس کی زندگی مکمل رہی ہو۔ جیسے وہ اتنے طویل فاصلے آج کی شب دریائے سین کے کنارے اپنی لڑکی کو سارا دینے کے لیے ہی طے کر کے آیا ہو۔

ان کے بائیں ہاتھ پر ہر چند منٹ کے وقفے کے بعد سیاحوں سے بھری ہوئی کل کشتی میں کے پانیوں کو چھپتی ہوئی گزر جاتی۔ ان کی چھتیں ایمسٹرڈیم کی نہوں میں چلنے والی کشتیوں کی ماہنہ شیشے کی تھیں اور باہر سے کشتی کا اندر وہی حصہ اور اس میں سوار مسافر بخوبی نظر آتے تھے۔ ایک اور کشتی گزری جسے پانی میں روائی ایک چلتا ہے رستوران کما جائے تو بجا ہو گا۔ کشتی کے چاروں طرف رنگ پر فکے قمعتے لٹک رہے تھے۔ لوگ شیشے کی چھت تلے بارش سے محفوظ دریائے میں کے کناروں پر واقع تاریخی مقامات دیکھنے کی بجائے ناؤں نوش میں معروف تھے ویژہ خوراک کی ٹھیکانہ ہاتھوں پر اٹھائے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ چند نوجوان جوڑے ہلکی بارش کی پرواز کیے بغیر عرش پر محور رقص تھے۔

”میرا جی چاہتا ہے کہ کبھی میں بھی ایسے کشتی نما رستوران میں سوار ہو کر میں کی سیر کروں اور۔۔۔“ وہ رک کر بولی ”لیکن۔۔۔ میں تو رقص بھی نہیں کر سکتی“

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟“ سنان نے اس کا کندھا تھپٹپٹا تھے ہوئے کہا، ”رقص تو علامت ہے مسرت اور شادمانی کی۔۔۔ اور یہ جذبات بے ہنگام۔ اچھل کو دے بنیجی تو محسوس کیے جاسکتے ہیں۔۔۔“

”تمہارے پاس میرے ہر اعتراض کا جواب موجود ہے۔۔۔“

”اس لیے بہتری ہے کہ تم اس قسم کے اعتراض ہی نہ کیا کرو۔۔۔“

”رقص تو میں پھر بھی نہ کر پاؤں گی۔۔۔“

”میں خود رقص نہیں کر سکتا ورنہ تمہارے اس خیال کو بھی باطل ہابت کر دیتا۔۔۔“

”میں سکھا دوں گی۔۔۔“

مختصر ہے۔“ پا سکل اس کی گرفت سے علیحدہ ہو گئی اور ایک قدم پیچے ہٹ کر
اپنے دونوں ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیئے۔ انہی— یہاں پر دوریاٹے میں کے
کنارے۔

سان ان اس کی مخصوصیت پر مسکرا دیا۔

”بالکل مشکل نہیں۔“ پا سکل نے اپنی بائیں اس کے کندھوں پر رکھ دیں ”میری
ماں ہیشہ سے تو ایسی نہ تھی۔ پانچ سال پیشتر میں بھی رقص کر سکتی تھی۔“

سان نے اوپر سڑک کی جانب دیکھا تو وہاں چند راہ گیر ان دونوں کو بڑی دلچسپی
سے دیکھ رہے تھے۔

”پھر کبھی سی!“ اس نے آہستہ سے پا سکل کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے
کر نیچے کر دیے ”اور پھر یہاں پر مو سیقی بھی تو نہیں ہے۔“

”سرت اور شادمانی کے ان جذبات کے انعام کے لیے بھی مو سیقی لازمی نہیں
ہے۔ مجھے والز کی ایک بڑی پیاری دھن یاد ہے۔ میں اسے گنگتا سکتی ہوں۔“

”دھن گنگتا نے کی بجائے تم پیشک یہاں گانا شروع کر دو“ سان نے ہنستے ہوئے
کہ ”مگر رقص کا سبق۔۔۔ کل سی!“

”نہیں آج۔۔۔ اسی شام“ اس نے بچوں کی طرح ہتھیلیاں بھینچ کر محفل کر کما۔

”زر اسڑک کی جانب نگاہ کرو۔۔۔ وہاں تماشا کی جمع ہو رہے ہیں۔۔۔ کل؟“

”بزدل“ پا سکل نے ہونٹ بھینچ کر کما اور اپنے ہاتھ نیچے کر لیے۔

سان نے آگے بڑھ کر اسے پھر سارا دینے کی کوشش کی تو پا سکل کرنے لگی۔

”نہیں میں تھوڑی دور تک خود چلنے کی کوشش کروں گی“ اور اس کے آگے
آگے چلنے لگی۔

”پا سکل“

”ہاں!“ اس نے پیچھے دیکھے بغیر کما۔

”تمہارا کوئی دوست لڑکا نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے۔“

”کل تک تو نہیں تھا۔“

”وزیر افزاں کا شکریہ۔ لیکن۔“

”لیکن کیا؟“ پاسکل رک گئی ”لیکن میں اب پھر تم سے اپنے اپاچ پن کا لٹکو شو
کر دوں۔“

”میرا مطلب ہے فونگم اور پیرس میں درجنوں ایسے لڑکے ہوں گے جو تمہاری
رفاقت کے خواہش مند ہوں گے۔ وہ شاید تمہاری سرد مری کی بنا پر اپنا دعایاں
نہیں کر پاتے۔“

”ہاں درجنوں کی بجائے سینکڑوں لڑکے ہیں مگر تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ وہ
میری رفاقت کے خواہشمند ہیں۔“ پاسکل نہایت سمجھدی سے کہہ رہی تھی۔ ”تم ٹھہر
مغلیہ رسم و رواج سے اچھی طرح آشنا نہیں ہو۔ یہاں جب کوئی لڑکا کسی لڑکی کے
لئے کی خواہش کا انتہا کرتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ لڑکی اس کے ساتھ رقص کے لئے
جائے سینما کی پچھلی نشتوں پر بیٹھ کر بوس و کنار کرے اور اور پھر اگر ہو سکے تو چد
روز بعد اسے ”آخری مریانی“ سے بھی نواز دے۔ ان چیزوں میں سے چد ایک کے
لئے میں جسمانی طور پر محدود ہوں اور کچھ میرے اخلاقی اصولوں کی زد میں آجالا
ہیں۔ مگر تم مجھ سے یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہو؟“
”بس کوئی خاص بات تو نہیں۔“
”پھر بھی۔“

”یوں ہی مجھے خیال آگیا تھا کہ میں تو سیاح ہوں۔ کل کو جب۔۔۔“

”آئے والی کل کے بارے میں میں نے آج تک سوچا ہی نہیں۔“ پاسکل کے لئے
سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس موضوع پر گفتگو کرنا پسند نہیں کرتی۔
دریا کے کنارے چلتے ہوئے وہ دونوں مشہور کلیسا فوڑڈیم کے دامن میں ہنچ گئے۔

”آج رات خصوصی طور پر تیز مقاموں سے روشن کیا گیا تھا۔ آٹھ سو برس فہریا۔“

اس کیسا میں انقلاب فرانس کے دوران میں نہ ہی بزرگوں کے مجتہے ہٹا کر وہاں وہ تجزیہ اور روسو میں انقلابیوں کے مجتہے نسب کر کے اسے "ملک فم" قرار دے دیا گیا۔ پولین کی رسم تابچو شی بھی اسی کیسا میں ہوئی تھی۔

سنن نے پا سکل کی جانب دیکھا تو وہ کیسا کے بلند و بالا میثاروں۔ خوبصورت تکروں، خفاک مجسموں اور بڑے گمراہ میں کھوئی ہوئی تھی۔ وہ کسی گمراہ سوچ میں

گم تھی۔

"تمہارے خوبصورت خیالوں کے لیے ایک پینی کا سکہ!" سنن نے لذن کے کامی مزدوروں کا ایک محاورہ استعمال کیا جس کے مطلب ہے "کیا سوچ رہے ہو ہمیں بھی تو معلوم ہو؟"

"میرے خیالات اس وقت اتنے خوبصورت نہیں ہیں کہ ان کے لیے ایک پینی کا سکہ ضائع کیا جائے۔"

"کم از کم انگلستان میں تو اس سے کم مالیت کا سکہ نہیں ہوتا ورنہ اس کا نام لے دتا۔" سنن نے جس کر کما اور پھر شجیدہ ہو کر پوچھنے لگا "کیا سوچ رعنی ہو پا سکل؟"

"تم نے وکٹر ہیو گو کا نام تو سنا ہو گا۔"

"موصوف کو شاید لکھنے لکھانے کا شوق تھا۔" سنن نے خوشدنی سے کہا۔

"فرانس کا سب سے بڑا ادیب ہیو گو۔ اس نے ایک ناول لکھا تھا۔" نفع بیک آف نوڑیم

"میں نے بھی پڑھنے کی کوشش کی تھی مگر اس میں قسم پھرس کے گلی کوچوں کی اتنی تفصیل تھی کہ بیچ میں ہی چھوڑ دیا۔"

"میرے پاس یہ ناول ہے۔ میں کل لاوں گی۔ پھر پڑھ لیتا۔"

"بیکھریے۔ لیکن کیا اب میں تمہارے خیالات کے لیے ایک اور پینی کا توارانہ پیش کروں؟"

"نفع بیک آف نوڑیم" کا مرکزی کوار ایک بد صورت کبرا تھا جو اسی کیسا میں

وہ سامنے والا گھریوال بجانے پر مامور تھا۔“

”ہاں اور پھر اسے ایک بکری والی خانہ بدوسٹ لڑکی سے محبت ہو گئی“ نان نے
گردہ دی۔

”میں اسی کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ اسے ایک بید خوبصورت خانہ بدوسٹ
لڑکی سے محبت تو ہو گئی تھیں اس کبڑے۔ اس اپاچ کو کبھی اپنی کشمکشہ النظری اور
خیال نہ آیا“ پاسکل کی نظریں لکیسا کے سنگلائ خ در و دیوار پر گلی تھیں ”وہ انہی بلور
میثاروں پر چڑھ کر کسی کو نہ کھدرے میں اگے ہوئے جنگلی پھول اپنی محبوہ کے لئے
توڑ لایا کرتا تھا۔“

”وہ صرف ایک ناول کا کردار تھا۔ فرضی کردار!“ نان نے موضوع بدلتے کی
کوشش کی۔

”آخر بد صورت لوگوں کو بھی تو محبت ایسے جذبے کی چاہت ہوتی ہے نان! ان
کا دل تو یہ بات نہیں مانتا تاکہ وہ بد صورت ہونے کی بنا پر محبت سے محروم کر دینے
جائیں۔“

”اس وقت تو میرے سامنے نہایت خوبصورت لوگ ہیں اور میں نوڑڈیم کے
بد صورت کبڑے کے بارے میں باتیں کرنے کے موڑ میں نہیں ہوں“ نان نے پاسکل
کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ ”آؤ آگے چلتے ہیں“

”نہیں اب میں بالکل نہیں چل سکتی“ اس نے نان کا ہاتھ پرے کرتے ہوئے
کہا

”میں آج چلتے چلتے بہت دور تک آگئی ہوں اور زیادہ چلنے سے میرے نہیں میں
شدت کا درد اٹھنے لگتا ہے جو کئی ہفتوں تک رہتا ہے“

”تم اگر پسند کو تو میں تمہیں لیکی پر گھر چھوڑ آؤں؟“

”نہیں“ پاسکل نے جلدی سے کہا ”میں ابھی گھر نہیں جانا چاہتی۔“

”میں تمہیں کل بھی تو ملوں گا۔ بہتری ہے کہ تم اب آرام کرو“

”میں نہیں“ پاکل نے ایک دم سختی سے کہا ”میرا مطلب ہے اگر تم خود جانا چاہیجے ہو تو دوسرا بات ہے۔۔۔ میں ابھی تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔۔۔“
 ”مجھے تو فرمت ہی فرمت ہے“ سنان نے ہاتھ پھیلا کر کہا ”پاکل فرمت“
 ”تو پھر کسیں بیٹھ جائیں؟“ پاکل نے بیداری سے کہا۔

سروک کی اوپری دیوار کے ساتھ دریا کے کنارے بیٹھا رہا تھا پڑے تھے جن پر یا تو آواز گردبوڑھے اونچھ رہے تھے اور یا پھر نوجوان جوڑے شیم دراز تھے۔ بارش چونکہ قدم چھپتی تھی اس لیے پاکل نے برساتی اتار دی اور ایک رنج پر بچا کر دو نوں وہاں بیٹھ گئے۔

”حصیبت یہ ہے کہ میرا لگندا ہے اس قسم کا ہے کہ اگر بیساکھیوں کا سارا لوں تو بھی چلنے میں وقت ہوتی ہے۔ میرے کندھوں میں درد ہونے لگتا ہے“ اس کی آنکھیں پھر بیگ چلی تھیں۔

”پھر وہی دکھاتیں۔۔۔“

”میں دکھات تو نہیں کر رہی۔۔۔“ اس نے اپنے لب بھینچ کر مخذرات بھرے لجھے میں کہا ”میرے لیے تو یہ روزمرہ کی عام سی باتیں ہیں۔ میں تمیں صرف اپنی زندگی کے بارے میں بتا رہی تھی۔۔۔“

وہ رات گئے تک اس رنج پر بیٹھے سین کے گد لے پانیوں میں روائی روشن کشیوں اور دوسرے کنارے پر پھیلے ہوئے پیرس کو تکتے رہے اور باتیں کرتے رہے۔ ایسی باتیں جو بادی النظر میں بیجہ معمولی اور غیر اہم معلوم ہوتی ہیں مگر انہی باتوں میں اگر پیار اور چاہت کے جذبات کی لو ہو تو وہ ایک گری مسرت اور حقیقتی خوشی کا فتح بن جاتی ہیں۔

”عن شن شن“ کیسا نوڑیم کے گھریال کی سمجھیں آواز اس پر سکون اور خوبصورت احوال پر ٹوٹ کر گری۔ بارہ رنج رہے تھے۔

”میرا خیال ہے اب ہمیں یہاں سے چلتا چاہیے“ پاکل نے اس کے کندھے

سے سراخھاتے ہوئے کہا ”خالہ نے گیارہ بجے تک آجائے کو کما تھا“

وہ دونوں بچے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ نان نے اپنی برساتی اٹھائی اور پھر کنارے کے ساتھ سڑک جانے والی سڑھیاں ملے کر کے فوڑؤیم کے سامنے والے چوک میں آگئے۔

”تھیں تمہیں تیکسی پر گھر چھوڑ آتا ہوں“ نان نے پیکش کی۔

”میری خالہ کا قلیٹ یہاں سے کافی دور ہے میں اکیلی چلی جاتی ہوں۔“

میں نے کہا تھا نا آج سے ہر کام اکیلے کرنے پر پابندی ہے۔“

”مجھے یہ پابندی منکور ہے“ پاسکل نے فس کر کہا۔

چوک کے کوئے میں چد تیکیاں کھڑی تھیں۔ نان نے ایک تیکسی کا پچھلا دروازہ کھول کر پہلے پاسکل کو بیٹھنے میں مدد دی اور پھر خود سوار ہو گیا۔

”کہاں چلے گا؟“ ڈرائیور جو اگلی نشست پر بیٹھا تو نگہ رہا تھا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پاسکل نے اسے اپنے قلیٹ کا پتہ بتایا اور تیکسی پیرس کی ویریان گلیوں میں دوڑ لے گئی۔ یوں لگتا تھا جیسے ہر سکی شبینہ رنگینیوں کے قصے محض انسان ہیں اور یہاں کے لوگ بھی دوسرے بڑے شروں کی طرح شرفانہ زندگی برکرتے ہیں۔ پاسکل نے اسے بتایا کہ اس حتم کی تمام ”زندگی“ شر کے ایک خاص حصے ”پگال“ میں ہوتی ہے اور وہاں پر رات کو بھی دن کی سفیدی کا سماں ہوتا ہے۔

”پگال“ کے چھوٹے سے علاقے میں جتنی شبینہ کلیں اور شراب خانے ہیں اتنے یورپ کے کسی اور شریمن نہیں ہیں۔“

”تمہیں کبھی جانے کا اتفاق ہوا ہے؟“

”ہاں میں ایک مرتبہ مالن روڈ کلب میں اس کے تاریخی پس مظہر کی خاطر صرف جماعتکئے گئی تھی۔ تھیں معلوم ہے کہ اس کلب میں مشہور فرانسیسی رقص ”کان کان“ پہلی مرتبہ پیش ہوا تھا اور لاڑک جیسا شرو آفاق مصور اس کے اشتہار بتایا کرتا تھا؟“ نان نے اس ”کان کان“ رقص کا نام پہلی مرتبہ سنا تھا اس لیے چپکا ہو رہا۔ اور

لڑک؟“ ہو گا کوئی وہ بھی!

”ایک اور علاقہ موارت نام کا بھی ہے۔ مصوروں، آوارہ گروں اور طوائفوں کے علاوہ دہائی کوئی نہیں رہتا“ سخت بد نام ہے۔“

”آہم“ سنان پیشیاں ہو کر کھانا“ میں اپنے آپ کو کس زمرے میں شمار کروں؟“

”جیوں؟“

”میں جھیسیں ہٹانا بھول گیا تھا کہ میں بھی موارت میں ہی رہتا ہوں۔“

”اے لیے اس روز بمحض سے ملنے نہیں آئے تھے مل گئی ہو گی کوئی کالے بالوں والی ڈائیں؟“ پاسکل نے شرارت سے چھیڑا۔

”کالے بالوں والی۔۔۔؟“ سنان ایک لمحے کے لیے گھبرا گیا ”یہ ضروری نہیں کہ ڈائیں کے بال کالے ہوں۔ ستری بھی تو ہو سکتے ہیں۔“

”تم تو ذاتیات پر اتر آئے ہو“ پاسکل نے ہنس کر کہا۔

ٹھیکی ڈرائیور شاید انگریزی میں شدھ بده رکھتا تھا۔ اس لیے وہ بھی دانت نکالنے لگا۔ ٹھیکی کنکورو چوک سے نکل کر اب شانزے لیزے کی چوڑی سڑک پر جا رہی تھی جو پیرس اور دنیا کی سب سے خوبصورت سڑک کملوانے کے باوجود ناہموار اور کمر درے پھرلوں سے بنی ہوئی تھی۔

”میں نے تمہارے اس صوبیدار دلنواز کی یہ بات کہ پیرس کی سڑکیں شیشے کی ہیں، جب خالہ کو چاہی تو بیجد حفظ ہوئی تھیں۔“

”دوسری بات کا ذکر نہیں کیا؟“

”کونسی دوسری بات؟“

”وہی نیلی آنکھوں والی“

”نہیں“ پاسکل نے اپنی نہی روکنے کی ناکام کوشش کی اور باہر دیکھنے لگی۔

سامنے ”فتح کی محراب“ نظر آ رہی تھی جو رات کے اس پر بھی پیرس کی اکثر تاریخی یادگاروں کی طرح روشنیوں سے منور تھی۔ محراب کے گرد ٹیک کے ہوئے

چکر کے گرد گھوم کر ٹیکسی ایونیو فاک میں مڑ گئی۔

”تھوڑی دیر بعد نہولی کا پل آگیا۔

”یہاں سے بائیں ہاتھ کو موڑ لو“ پاسکل نے ڈرائیور کو ہدایت کی۔

”مکال ہے“ سنان نے جیران ہو کر کہا ”یہ تو بونے ڈی بولون کا علاقہ ہے۔“

”تمہیں کیسے معلوم ہوا؟“ پاسکل نے پوچھا۔

”کینگ گراؤنڈ کو بھی تو میں راستہ جاتا ہے۔ اس روز میں یہیں سے موارت گیا تھا۔“

”اس کا مطلب ہے کہ تم میری خالہ کے قلیٹ کے میں نیچے سے گزرے تھے اگر میں کمرکی میں بیٹھی ہوتی تو ضرور تمہیں اوپر بلا لیتی۔“

”— اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم یہیں آس پاس رہتی ہو تو تمہارے قلیٹ کے میں نیچے اپنا خیہہ نصب کر لیتا۔“

تھوڑی دور چلنے کے بعد ٹیکسی پاسکل کی ہدایت کے مطابق بائیں ہاتھ پر ایک خوبصورت سہ منزلہ مکان کے چھانک کے اندر داخل ہو گئی۔

سنان نے ٹیکسی سے اتر کر پاسکل کو سارا دیا اور وہ باہر نکل آئی۔

”میرے کمرے کی روشنی جل رہی ہے“ پاسکل نے دوسری منزل پر واقع قلیٹ کی طرف اشارہ کیا ”اس کا مطلب ہے کہ خالہ میرا انتظار کر رہی ہیں۔“

”کل کے بارے میں کیا خیال ہے؟“

”ہاں اب میں کل کے بارے میں بھی سوچ سکتی ہوں۔ تم اوپر قلیٹ میں کیوں نہیں چلتے۔ ایک پیالی کافی پی کر چلے جانا۔“ پاسکل نے اس کا ہاتھ تھام لیا ”اور خالہ کو بھی مل لیتا۔“

”جی نہیں۔— مجھ میں تمہاری خالہ کا سامنا کرنے کی تاب نہیں ہے۔ یہی ہے جو لندن سے تمہارے ساتھ آیا تھا اور پھر غائب۔“ سنان نے کانوں کو ہاتھ لگانے ہوئے کہا ”نہ بھی۔“

پاسکل بے تھا شدہ بننے لگی۔

”تم تو واقعی بزدل ہو۔۔۔ ویسے میری خالہ بے حد اچھی ہیں۔ دراصل وہ مجھے اوس دیکھ کر خود بھی پریشان ہو جاتی ہیں اور اسی لئے وہ آج چھٹلے پھر تمہارے ساتھ قدرے درستی سے پیش آئی تھیں۔

سان نے گھڑی پر نظر ڈالی تو ایک بنتے کو تھا۔

”نہیں کسی اور روز سی۔ اس وقت تو وہ مجھے اسی بات پر جھر کنا شروع کر دیں گی کہ میں نے ان کی پیاری بھائی کو گیارہ بجے کی بجائے ایک بجے تک کیوں پریشان کیے رکھا۔“

”ہموسیو!“ نیکی ڈرائیور نے جواب تک بڑے چھل سے اپنی نشست پر بیٹھا سُکھت پی رہا تھا سان سے مخاطب ہو کر کہا ”اگر میرا کام ہو گیا ہے تو مجھے کرانے کی رقم دے کر فارغ کر دیں۔“

”صرف ایک منٹ“ سان نے ڈرائیور کی طرف مڑ کر کہا اور پھر جلدی سے پاسکل سے کنٹ لگا ”رات کے اس پر مجھے واپس موارت پہنچنے کے لیے اور کوئی نیکی نہیں ملے گی۔ تم مجھے کل کے بارے میں بتا دو اگر تم کل مجھے پھر مانا چاہتی ہو تو؟“

”میں تو تمہیں اب بھی مانا چاہتی ہوں۔ کل تو بہت دور ہے۔“

نیکی ڈرائیور نے اب کی مرتبہ ہارن بجا دیا۔

”بھی پاسکل پلیزا!“ سان نے لجاجت سے کہا۔

”تم کل صبح میرے فلیٹ پر ہی کیوں نہیں آ جاتے؟ دوپھر کے کھانے کے بعد ہم ہر چھٹے چلیں گے۔ کیوں؟“

”تو پھر کل صبح۔۔۔“ سان نے نیکی کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے بقیرہ سُکھت کمری سے باہر پھینکا اور چالی گھنٹا کر نیکی شارت کر دی۔ نیکی حرکت میں آئی تو پاسکل نے جو کھڑکی کے پاس ہی کھڑی تھی شیشہ بجا یا۔ سان نے شیشہ سرکا کر کھینچ کیا تو اس نے اپنا ہاتھ آگے کر دیا۔

”شب بیگر“

”شب بیگر پا سکل!“ نان نے ہاتھ ملاتے ہوئے جواب دیا۔

ٹیکسی مکان کے چائیک سے باہر نکلی تو نان نے پیچھے ٹڑ کر دیکھا۔ پا سکل دروازے کی سیڑھیوں پر ایک خوبصورت مجسمے کی مانند ساکن کھڑی تھی اور دمدم روشنی میں اس کا سرخ کوٹ چمک رہا تھا۔

واپسی پر نان ٹیکسی میں خاموش بیٹھا گرفت پیتا رہا اور پا سکل کے بارے میں سوچتا رہا۔ اسے احساس ہوا کہ پیرس ایسا شر ہے جہاں حقیقی جذبات سے عاری تھوڑی بھی بھی دیکھا نہیں ہو پاتا اور اسی لیے وہ پچھلے دو روز میں ہی یہاں سے آکتا گیا تھا۔ جس شر کو وہ کل صبح ہپا نیہ جانے کے لیے چھوڑ رہا تھا اسی شر سے روانگی کا قصور اب اُس کے بس کی بات نہ تھی۔ نان۔ پا سکل اور پیرس لازم و ملزم بن چکے تھے۔

○○○

اس کے مکان کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ اس نے آہستہ سے دستک دی مگر کوئی ہواب نہ آیا۔ ایک مرتبہ پھر کوشش کی تو اندر ہال میں روشنی ہوئی اور دروازہ کھل گیا۔ بلوٹے والی بڑھا منہ بنائے کھڑی تھی۔ اس نے دیر سے واپس آئے اور اسے خل کرنے کی بھروسہ مخدودت کی اور جلدی سے بیڑھیاں طے کرنے لگا اپنے کمرے کے سامنے کھڑے ہو کر وہ برساتی کی جیبوں سے چابی تلاش کر رہا تھا کہ ساتھ والا دروازہ کھلا۔

”ہیلو سنان!“

”ہیلو جینی!“ اس نے جلدی سے کما اور اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جانے لگا۔ جینی تیزی سے چلتی ہوئی آئی اور اس کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے بڑی بڑی سفید اور نیلی دھاریوں والا ایک خوبصورت لباس پہن رکھا تھا جس پر بیشمار سلوٹس پڑی ہوئی تھیں۔

”تم آج پچھلے پر مجھے لینے کیوں نہیں آئے؟ جینی نے رندھی ہوئی آواز میں کہا“ تم نے وعدہ کیا تھا سنان“

”اوہ“ سنان نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی ”چند دوست مل گئے تھے“
”مل گئے تھے یا بن گئے تھے؟“

”مل گئے تھے“ سنان نے جلا کر کہا ”پرانے جانے والے تھے“

”تم تو کہتے تھے کہ میں پیرس میں اجبی ہوں“ جینی کے لمحے میں فکایت تھی۔
سنان کو ایک دم اپنے رویے پر ندامت محسوس ہوئی۔ اس نے خود ہی تو جینی

سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے آج دوپر کو باہر لے کر جائے گا۔

”جیسی مجھے بجد افسوس ہے کہ میں آج تمہیں ملنے نہ آ سکا۔“

”لیکن آخر کیوں؟“

”وجہ نہ ہی پوچھو تو بہتر ہے۔“

”امچھا تو پھر تم میرے کمرے نہ آ کر تھوڑی دیر کے لئے میرے ساتھ بیٹھو،“
جیسی نے آہستہ سے کہا۔

”اس وقت نہیں جیسی“ سنان نے گھری پر نظر ڈالتے ہوئے کہا ”رات کے“
بجھے کو ہیں تمہیں آرام کرنا چاہیے۔“

”میں راتوں کو جانے کی عادی ہوں“

سنان نے چپکے سے اپنا دروازہ بند کر دیا اور جیسی کے ساتھ اس کمرے میں چلا
آیا۔ وہ اس کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئی۔

”ہاں کو کیا کہتی ہو؟“ سنان نے جانی لیتے ہوئے پوچھا ”میں صرف پانچ منٹ
بیٹھوں گا مجھے سخت نیند آ رہی ہے۔“

”آج صح تمہارے جانے کے بعد میں نے بولیوارڈ سان ٹرین سے ایک ڈیالس
خریدا۔ یہی لباس۔“ جیسی نے لباس کا کوتا اور اخفا کر ہوا میں چھوڑ دیا ”اور پھر
شام تک تمہارا انتفار کر کے کپڑے بدے بغیر اسی صوفے پر لیٹ کر تمہاری دھنیں
سنتی رہی۔“

سنان نے جب سے سگرٹوں کا پیکٹ نکال کر ایک سگرٹ سلاکا لیا۔

”کل صح تو تم فارغ ہو گے ہا؟“ جیسی نے پوچھا۔

”نہیں“ سنان نے ایک دم تیزی سے جواب دیا اور پھر اپنے لبھ کی تندی کا
احساس کرتے ہوئے کہنے لگا ”کل تو نہیں۔ پھر کبھی سی۔ ابھی تو میں چند روز پر س
میں قیام کروں گا۔ اور پھر کیا ضروری ہے کہ باہر جا کر آوارہ گردی ہی کی جائے۔
میں تمہیں اس کمرے میں جو مل لیتا ہوں۔“

”اس کرے میں۔“ جینی نے دکھ سے کہا ”اس کرے میں تم پلے مرو ہو جے میں نے خود کسی غرض کے بغیر یہاں آئے کی دعوت دی ہے۔ یہاں کی ہر شے مصنوعی ہے اور میں بھی جب تک اس کرے میں رہتی ہوں گوشت پوست کی ایک عورت کی بجائے اپنے آپ کو روپ کی ایک گڑیا محسوس کرتی ہوں۔ مل بھلانے والی، سستی اور ننگی گڑیا۔“

شان خاموشی سے سگرٹ پیتا رہا۔

”میں کافی پنا کر لاتی ہوں۔ مجھے انہوں ہے کہ میں آج بھی اپنے لے کافی کا ذہبہ میں خرید سکی۔ تمہاری کافی ہی استعمال کر رہی ہوں۔“

”کافی کا پیشتر حصہ بھی تو میں ہی پی رہا ہوں“ شان کو بیجد نیند آ رہی تھی۔

جینی صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی ”میں پلے اپنا لباس بدل لوں۔“

وہ باریک پردوں کی اوڑھ میں ہو کر کپڑے بدلنے لگی۔ شب خوابی کا لباس پہننے کے بعد اس نے سشو جلایا اور کافی کے لے پانی رکھ دیا۔

”چند روز ہوئے میں نے نیوزی لینڈ کے سفارت خانے میں وہاں پر مستقل طور پر آباد ہونے کے لیے درخواست دی تھی“ جینی کافی بناتے ہوئے کہنے لگی ”میں یہاں نہیں رہنا چاہتی۔ میں پیرس سے آتا چکلی ہوں۔“

”میرے خیال میں تو کینڈا بھتر ہے گا۔ وہاں پلے سے ہی بیشاور فرانسی آباد ہیں۔“

”اسی لے تو میں وہاں نہیں جا سکتی“ جینی کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ جمال کہیں بھی فرانسیسی ہوں گے مجھے ہر دم بیسی دھڑکا لگا رہے گا کہ ان میں سے کوئی میرا ”شناسا“ زنکل آئے۔ میں چاہتی ہوں کہ اپنی زندگی کا آغاز نئے سرے سے شریفانہ طور پر کوں ہاگے جب بھی کوئی مجھ سے ملنے کا وعدہ کرے تو وہ صرف میری ذاتی زندگی کی اونچی خیلکہ صرف ”نیچ“ کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنا ارادہ نہ بدل دے۔“

جینی اور پاسکل کی گفتگو میں حیرت انگیز طور پر مشابہ تھی۔ وہ بھی اسی حم کے